پریم چند کے افسانوی ادب میں خود سوانحی عناصر

ڈاکٹر احمد اقبال پارس٭

Abstract:

Munshi Premchand was, an Indian writer, counted amongst the greatest Indian writers of the early 20th century. He was a novelist, short story writer, and dramatist.His novels and fictions describe the problems of the poor and the urban middle-class. He used literature for the purpose of arousing public awareness about national and social issues and often wrote about topics related to corruption, child widowhood, prostitution, feudal system, poverty, colonialism and on the India's freedom movement. Premchand was influenced by Mahatma Gandhi's non-co-operation movement and the accompanying struggle for social reform.

All the novels and short stories written by Precmchand are the mirrors of his real life. It reflects the ups and downs of Premchand's domestic , professional, political and social life.It's very amazing that Premchand has written his autobiography in shape of his writtings and shared his ideas, beliefs,sentiments,grief ,happiness and all inner and outer activites with the readers.Any reader of today wants to know about Premchand history and his real life so he can easily find all information related to him by studying his novels and short stoires.

اگر ہم انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز کا بنظرِ عمیق اور بہ ارادۂ تحقیق جائزہ لیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس دور کے ادیبوں کے جمِ غفیر میں پریم چند وہ واحد اور لاشریک ادیب ہیں کہ جس کا قلم اپنے عہد اور سماج کے سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، مذہبی اور ملکی و قومی مسائل کا ایک انتہائی جامع اور معتبر دستاویز مہیا کرتا ہے۔

پریم چند کے ادبی سفر کا آغاز ناولوں سے ہوتا ہے جو ''اسرارِ معابد'' سے شروع ہو کر '' منگل سوتر'' پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ بیچ میں مختصر افسانے کا سلسلہ بھی چل نکلتا ہے جس کی ابتدا'' سوزِ وطن'' کی صورت میں ہوتی ہے اور اختتام'' واردات'' کی شکل میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ایک مختصر وقفہ ڈرامہ نگاری کا بھی ہے جس میں اگرچہ اُس جوش و جذبہ اور حدّت کا فقدان ہے جو موصوف کی دیگر تخلیقات کا طرۂ امتیاز ہے تاہم اس میں بھی پریم چند کی زندگی کی ہلکی ہلکی جھلکیاں دھیرے دھیرے سر نکالنے کے لیے بیتاب نظر آتی ہیں۔

پریم چند کے ناولوں اور افسانوں دونوں میں اُس کے تجربات وخود سوانحی واقعات، خلوت و جلوت، عقائد و نظریات اور اُس کے مشاہدات و محسوسات کے بڑے واضح، نمایاں اور دلنشیں نقوش ملتے ہیں علاوہ ازیں پریم چند کی تخلیقات میں اس کے عہد کے نشیب و فراز، سیاسی اور سماجی حالات وواقعات سب کی ایسی جامع، مکمل اور مبسوط تصویر کشی ملتی ہے جسے دیکھ کر بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اُن کی تخلیقات جگ بیتی اور آپ بیتی کا حسین امتزاج ہیں۔پریم چند خود اس بات کا بارہا اقرار کر چکے ہیں۔لکھتے ہیں:

"میرے اکثر قصے کسی نہ کسی مشاہدہ یا تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں۔میَں اس میں ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں"۔(۱)

ایک بار ایک خط میں اندر ناتھ مدان کے سوالات کے جواب میں پریم چند نے لکھا تھا:

"میرے اکثر کردار حقیقی زندگی سے لیے گئے ہیں گو ان کی اصلیت پر پردہ پڑا رہتا ہے۔" (۲)

پریم چند نے اپنے پہلے ناول'' اسرارِ معابد'' میں منادر اور معابد کے پجاریوں کی عیاریاں، عیاشیاں، سیاہ کاریاں اور کرتوت آشکارا کر کے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ عوام کو اُن دوغلے اور کھوکھلے سادھو سنتوں اور مذہبی پیشواؤں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور اُنھیں کڑی سے کڑی سزا دے کر معاشرے کو ان مکروہ لوگوں کے چنگل سے آزاد کرنا چاہیے۔ ناول کے مطالعے سے واضح طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ اس ناول کے واقعات کا تعلق پریم چند کے مشاہدات و محسوسات اور اس کے عقائد و نظریات سے ہے۔

ڈاکٹر رابعہ مشتاق کہتی ہیں:

"اول 'اسرار معابد' میں پریم چند نے سماجی، معاشرتی اور سیاسی شعور کے پس منظر میں اس میں آریہ سماجی عقائد و نظریات سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا ہے جس کے پس پردہ ہندو تہذیب و

معاشرت میں اصلاح و تعمیر کا جذبہ موجزن ہے۔ پریم چند اس ناول کی تکمیل کے بعد بھی ایک عرصہ تک آریہ سماجی افکار و نظریات کے زیر اثر رہے"۔(۳)

پریم چند جس قسم کے ماحول میں پروان چڑھا تھا اُس کے اثرات اس کے قلب و ذہن اور سوچ و فکر کو ایک خاص سمت میں ڈھال رہے تھے۔ اس زمانے میں آریہ سماجی تحریک معاشرے کے ہر ذی شعور اور حساس لوگوں کے قلب و ذہن کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ پریم چند جیسا حساس طبع ادیب بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا یہی وجہ ہے کہ اس کی ہر تحریر میں سماجی اصلاحی پسندی کا جو عنصر ہے یہ آریہ سماجی تحریک کا عطا کردہ ہے۔ اس ناول کے بارے میں ممتاز نقاد ڈاکٹر قمر رئیس لکھتے ہیں:

"اس ناول کا محرک ادبی حیثیت سے سرشار کی تصانیف کا مطالعہ، اُن کی عقیدت، ان کے رنگ میں لکھنے کی خواہش اور سماجی اعتبار سے اس کا محرک آریہ سماجی عقائد سے وابستگی اور ہندو مذہب و معاشرت میں اصلاح کا جذبہ کہا جا سکتا ہے۔" (۴)

پریم چند کے بارے میں فاضل نقاد کی رائے اس لیے بھی صحیح اور معتبر ہے کہ پریم چند نے خود اپنی آپ بیتی میں اس بات کا بار بار اقرار کیا ہے کہ اس نے زمانہ طالب علمی ہی میں سرشار کی تمام کتابیں پڑھ ڈالی تھیں اور وہ سرشار کی طرز تحریر سے حد درجہ متاثر تھے۔

پریم چند کے دوسرے ناول" ہم خرما و ہم ثواب" کا موضوع ہندو دھرم اور سماج میں بیوہ کا مسئلہ ہے جب ہم ناول کا مطالعہ بنظرِ غائر اور باریک بینی سے کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ناول" ہم خرما و ہم ثواب" کے ہیرو امرت رائے اور پریم چند میں بے شمار باتوں میں مماثلت اور مطابقت نظر آتی ہے علاوہ ازیں زیر نظر ناول میں پریم چند کی زندگی کی تینوں جہات یعنی (۱) مشاہدات و محسوسات (۲) تجربات یا خود سوانحی واقعات (۳) عقائد و نظریات کی جھلکیاں واضح طور دیکھنے کو ملتی ہیں۔

ناول کے ہیرو آریہ سماج کے نظریات سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ وہ ان نظریات و تصورات کا ہر جگہ پر چار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ امرت رائے کی طرح پریم چند بھی آریہ سماجی نظریات کے زبردست مبلغ اور حامی ہیں۔

ناول "ہم خرما و ہم ثواب" کا ہیرو امرت رائے ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ پریم چند کے مشہور و محبوب بیٹے کا نام بھی امرت رائے ہے۔ ناول کا ہیرو امرت پیشے کے لحاظ سے

ایک وکیل ہیں۔ بچپن میں پریم چند کو بھی وکیل بننے کا ارمان تھا جس کا اظہار اس نے خود اپنی سوانح عمری میں کیا ہے۔

"مجھے ایم اے پاس کر کے وکیل بننے کا ارمان تھا" (۵)

ناول کا ہیرو امرت رائے محبت تو پریما سے کرتا ہے مگر بعض وجوہات کی بنا پر وہ ایک بیوہ پورنا کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اور اس سے شادی کر لیتا ہے بالکل اسی رنگ کا مسئلہ پریم چند کی زندگی میں بھی آیا تھا کہ اس زمانہ میں پریم چند نے بھی ایک لڑکی سے محبت کی تھی جس کا اعتراف آخری عمر میں انھوں نے شیورانی دیوی سے کیا ہے۔

"آپ (پریم چند) بولے اچھا ایک اور چوری سنو۔ میں نے اپنی پہلی بیوی کے جیون کال میں ہی ایک عورت رکھ چھوڑی تھی، تمھارے آنے پر بھی اس سے میرا تعلق تھا۔ میں (شیورانی دیوی) نے کہا" مجھے معلوم ہے" (۶)

جب پریم چند اس لڑکی سے شادی کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو انھوں نے ایک بال بیوہ شیورانی دیوی سے شادی کر لی اس طرح ان کا یہ اقدام ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق کہا جا سکتا ہے۔

پریم چند نے ناول" بیوہ" " جلوۂ ایثار" اور" بازار حسن" اور" نرملا" میں کمسنی کی شادی اور بے جوڑ اور بے میل شادی کو ہدف تنقید بنایا ہے کیونکہ پریم چند نوجوانی کی شادی اور بے میل شادی کے تلخ نتائج کا خود شکار تھے۔ پہلی بیوی سے نباہ نہ ہونے پر اسے ہمیشہ کے لیے میکے بھیج چکے تھے۔ اس زمانے میں انھوں نے ایک نوجوان بیوہ سے دوسری شادی کی اور اصلاحِ معاشرت کے میدان میں بڑی جرأت کے ساتھ عملی قدم اٹھایا۔ ڈاکٹر شمیم نکہت کی رائے میں عورت اور بیوہ کے مسائل ہی اس ناول کے ابتدائی محرکات تھے، وہ لکھتی ہیں:

"۔۔۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ بیوہ کا مسئلہ ان کے ذہن پر برابر چھایا رہا اور وہ اس کے حل کرنے کی کوشش میں مصروف رہے اس لیے ان کے ابتدائی ناول" ہم خرما و ہم ثواب" میں بھی بیوہ ہی کا مسئلہ ملتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پریم چند کی ناول نگاری کے ابتدائی محرکات عورت اور بیوہ کے مسائل ہی تھے۔" (۷)

۱۹۱۷ء میں روس میں محنت کشوں اور مزدوروں کے انقلاب نے پریم چند کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا۔ وہ گاندھی جی کی شخصیت کے زیر اثر ویسے ہی اس پسے ہوئے طبقے کے ساتھ گہری ہمدردی رکھتے تھے۔ انقلابِ روس نے دنیا بھر میں مزدوروں اور کسانوں کو خواب غفلت سے بیدار کر کے اپنا حق پہچاننے اور لینے کا جذبہ عطا کیا۔ پریم چند جیسے حساس طبع ادیب نے اس انقلاب کا گہرا اثر لیا جس کا پرتو اُس کے ناول" گوشۂ عافیت" میں واضح طور پر محسوس

کیا جا سکتا ہے علاوہ ازیں جس زمانہ ۱۹۱۹ء۔۱۹۲۰ء میں پریم چند نے گورکھپور میں یہ ناول لکھا تھا اس عہد میں بستی، گونڈہ، رائے بریلی اور دوسرے مشرقی اضلاع میں ہزاروں کسان بغاوت کر رہے تھے۔ پریم چند کو اسی سے بھی تحریک ملی۔

پریم چند کا ناول "غبن" اس کے تجربات، مشاہدات، تاثرات، محسوسات، نظریات، شعورِ حیات، تصور حیات، نظریات اور اس کے خود سوانحی اثرات کا بہترین عکاس ہے۔ اس میں وکٹر ہیوگو اور گالسوردی کے تصورات کی جو ہلکی سی جھلک نظر آتی ہے اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ پریم چند ناول کی تصنیف کے زمانے میں ان دونوں حضرات سے بے حد متاثر تھے۔ اس ناول کے بارے میں امرت رائے کہتا ہے:

> " غبن" کا آخری نصف سارے کا سارا، انقلابیوں کے خلاف پولیس کے جھوٹے مقدمے کی داستان ہے۔۔۔۔ ۲۰، مارچ ۱۹۲۹ء تک جب کہ پورے ملک میں تلاشیاں اور لوگوں کی گرفتاریاں ہوئیں، غبن شاید آدھے سے کچھ کم لکھا گیا تھا اور بعد کے آدھے سے زیادہ حصے پر اگر اس مقدمے کا سایہ پڑ رہا ہو تو یہ کچھ تعجب کی بات نہ ہو گی کیونکہ وہ ایک ایسا مقدمہ تھا جس نے ساری دنیا میں تہلکا مچا دیا تھا" (۸)

'چوگان ہستی' کا کردار سورداس ایک جیتا جاگتا کردار ہے جس کے ساتھ پریم چند کی روزانہ ملاقات ہوتی ہے۔ امرت رائے لکھتا ہے:

> ''ادھر کچھ دنوں سے ایک اندھا اکثر دکھائی پڑتا ہے۔ اس کے چہرے مہرے، بول چال میں کچھ خاص بات ہے۔ اسے دیکھ کر ایک ناول کا خاکہ ذہن میں بن رہا ہے۔ بڑا ناول ہو گا"(۹)

پریم چند کے خود سوانحی واقعات کے ضمن میں مدن گوپال کلیات پریم چند جلد۔۴ کے دیباچہ میں رقم طراز ہے:

> "پریم چند کے سوتیلے بھائی مہتاب رائے لمہی کے راستہ میں راجا جمنی مادھو پرساد کی حویلی کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا کہ پریم چند اس حویلی میں کئی بار گئے تھے۔ اس کو لے کر انھوں نے ناول میں ونے کے گھر کی تفصیل دی۔ لمہی سے قبل ایک چھوٹی سی پلیا تھی جہاں ایک بھکاری بیٹھا کرتا تھا جو لوگوں کے پیچھے پیچھے بھاگ کر ایک ایک پیسہ کی رٹ لگایا کرتا تھا۔ اس بھکاری کو لے کر بھیانے آگے چل کر سورداس کے کردار کی تخلیق کی ۔۔۔۔ سورداس کے کردار کے بارے میں گورکھپور کے بدھی ساگر نے مجھے ۱۹۵۴ء میں لکھا تھا کہ ۱۹۔۱۹۱۸ء میں پریم چند میرے ہمسائے

میں ایک اندھے بھکاری سے ملتے تھے اور گھنٹوں باتیں کرتے تھے، مذاق بھی اڑاتے تھے۔ جسمانی طور پر سورداس کی تخلیق لمہی اور گورکھپور کے نابینا بھکاری کی بنا پر تھی۔"(۱۰)

اس ناول میں پریم چند کی زندگی کا دوسرا اسوانحی عنصر ہمیں لونگی کے کردار میں ملتا ہے جو بغیر بیاہ کے ہری سیوک کے ساتھ رہ رہی تھی۔ خود پریم چند نے اپنی نوجوانی میں ایک عورت کو اسی طرح بغیر بیاہ کے بیاہتا بنا کر رکھا تھا اور اس کا اقرار ایک موقع پر شیورانی دیوی کے سامنے کیا تھا۔

''پردۂ مجاز''میں پریم چند ایسے بے شمار کردار سامنے لایا ہے جن سے عملی زندگی میں اُن کا واسطہ بار بار پڑا تھا۔ مثلاً چالاک اور کنجوس و بھنوداگیہ نارائن اپادھیائے جن سے منشی جی کا تعارف کاشی ودیاپیٹھ میں ہوا تھا۔ ایماندار اور سیدھا سادا وشال سنگھ بیچپن لال جو نارمن اسکول گورکھپور کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ نئی رانی کے والد (یعنی منورما کے والد ہری سیوک) نانا ہے: سولھوں آنے خود غرض، بے ایمان، شرابی، لڑکی کے ذریعے اپنی قسمت بنانے کی اُمید رکھتے ہیں۔ (سوتیلی ماں کے والد، جو کافی دنوں تک ایسی ہی کسی جائیداد کے سلسلے میں جوڑ توڑ کرتے رہے اور آخر میں شاید کامیاب بھی رہے) ان سب کرداروں کا ذکر امرت نے اپنی کتاب'' قلم کا سپاہی'' میں کیا ہے۔

ناول'' میدانِ عمل'' میں امر کانت کی والدہ کا بچپن میں مرنا، والد کا دوسری شادی کرنا، امر کانت کے ساتھ سوتیلی ماں کا ناروا سلوک، باپ کا سخت گیر رویہ، امر کانت کا کھدر بیچنا بعد میں ہر دوار کے ایک گاؤں میں درس و تدریس شروع کر دینا، یہ باتیں اس پر دال ہیں کہ امر کانت کے پردے میں پریم چند چھپا ہوا ہے جو اپنی کہانی دہرا رہا ہے۔

ناول'' گؤدان'' میں پریم چند نے سلیا اور ماتا دین کے معاشقے کا ذکر کیا ہے دراصل پریم چند نے ان کے پردے میں اپنے رشتے کے ماموں جان کے معاشقے کو پھر سے دھرا کر اپنی یاداشت کو تازہ کیا ہے۔ ماموں جان کے اس معاشقے کا قصہ پریم چند نے الگ سے'' میری پہلا رچنا'' میں بھی کیا ہے۔ امرت رائے اس بارے میں اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"یہ نواب کی ادبی زندگی کا پہلا سبق تھا جسے وہ کبھی نہیں بھولا اور نہ شاید ایک بار ماموں صاحب کی چھیچھالیدر کرنے سے اُس کا جی بھرا کیونکہ چالیس برس بعد'' گودان'' کی سلیا اور ماتا دین کی شکل میں چمپا اور ماموں پھر جی اٹھے۔"(۱۱)

پریم چند کا آخری اور نامکمل ناول'' منگل سوتر'' ہے مگر اس نامکمل ناول کے مطالعے سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اس میں پریم چند نے اپنی سوانح حیات بیان کی ہے۔ اصغر علی انجینئر کا خیال بھی اس سے مختلف نہیں، وہ کہتا ہے:

"دراصل یہ پریم چند کی ہی اپنی آتم کتھا ہے۔" (۱۲)

ڈاکٹر جعفر رضا اس ناول کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں:

" ۔۔۔منگل سوتر کے ہیرو کی شکل میں انھوں نے اپنی سوانح عمری لکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔" (۱۳)

حقیقت یہ ہے کہ "منگل سوتر" پریم چند کی اپنی خود نوشت ہے جو اس نے ناول کے سانچے میں ڈھال کر قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

پریم چند کے مختصر کہانیاں لکھنے کا آغاز ۱۹۰۷ء سے 'سوزِ وطن' کی صورت میں ہوتا ہے اور اس کا اختتام افسانوی مجموعے 'واردات' پر ہوتا ہے۔ اپنی چھپن سالہ زندگی میں پریم چند نے دیگر تخلیقات کے علاوہ ۳۰۰ افسانے تحریر کیے ہیں اور ان مختصر کہانیوں میں سیاسی، سماجی، مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان کہانیوں میں اگر ایک طرف پریم چند کی ذاتی زندگی کے تجربات اور سوانحی واقعات کا رنگ ہے تو دوسری طرف اس کے عہد میں اٹھنی والی مختلف تحاریک کے خلوت و جلوت کے راز بھی نمایاں ہیں۔ پریم چند کے نظریات و تصورات کی تعمیر و تشکیل میں جہاں آریہ سماج، گاندھی جی، سوامی ویویکانند، اور دیگر مصلحین قوم کا ہاتھ ہے وہاں پریم چند پر انقلابِ روس کے نقوش اور اثرات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ پریم چند کی ہر تخلیق اور ہر تحریر میں ان کا اثر و نفوذ نمایاں ہے۔

پریم چند کے اولین افسانوی مجموعے کی ابتدا سوزِ وطن سے ہوتی ہے جس میں شامل افسانوں 'دنیا کا سب سے انمول رتن'، 'شیخ مخمور'، 'یہی میرا وطن ہے'، 'صلۂ ماتم' اور 'عشق دنیا اور حبِّ وطن' میں حبِّ الوطنی کا نغمہ گایا گیا ہے اور پریم چند کا یہ نغمہ صرف گانے تک محدود نہیں بلکہ مدرسی کے زمانے میں گورافٹ بال ٹیم پر دھاوا بول کر اس نے عملی طور پر اپنی حب الوطنی کا ثبوت بھی دیا ہے جبھی تو ان کہانیوں کی تخلیق کا مقصد بتاتے ہوئے کہتا ہے:

"اب ہندوستان کے قومی خیال نے بلوغت کے زینے پر ایک قدم اور بڑھایا ہے اور حبِّ وطن کے جذبات لوگوں کے دلوں میں سر ابھارنے لگے ہیں۔۔۔۔۔یہ چند کہانیاں اسی اثر کا آغاز ہیں اور یقین ہے کہ جیوں جیوں ہمارے خیالات رفیع ہوتے جائیں گے اس رنگ کے لٹریچر کو روز افزوں فروغ ہوتا جائے گا۔ ہمارے ملک کو ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے جو نئی نسل کے جگر پر حبِّ وطن کی عظمت کا نقشہ جمائیں۔"(۱۴)

سچ تو یہ ہے کہ ان کہانیوں نے وہ نقش جما ہی دیا جو پریم چند کا مقصود تھا جبھی تو وقت کے آقاؤں کی نظر میں یہ کہانیاں معتوب ٹھہریں۔ سوز وطن کے افسانوں کے علاوہ پریم چند کی حبِّ الوطنی کا دوسرا پہلو اُن کہانیوں میں نظر

آتا ہے جس میں اُس نے بند ھیل کھنڈ کے دورہ کے دوران راجپوتوں اور بندیلوں کی بہادری اور جانبازی کے قصے بیان کئے ہیں جس کا ثبوت" رانی سارندھا" " وکرمادت کا تیغہ" اور راجہ " ہردول" وغیرہ میں نظر آتا ہے۔

"ریاست کا دیوان" نوک جھونک، بھاڑے کا ٹٹو، بڑے بابو، وغیرہ افسانے سیاسی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ گاندھیائی نظریات کے پرچار میں پریم چند کے افسانے' شراب کی دکان'،' لاگ ڈاٹ' ،'سہاگ کا جنازہ'،' سہاگ کی ساڑی'،' انوبھو'،' سمریاترا'،'آخری تحفہ' ' بیوی سے شوہر'،'عجیب ہولی'،' لال فیتہ'،' جلوس'،' آشیاں برباد' پیش پیش ہیں۔ اُن میں ایک طرف اگر فرد اور سماج کی اصلاح مقصود ہے تو دوسری طرف بدیشی مصنوعات کو ترک کرنے اور سودیشی چیزوں کو قبول کرنے کی ترغیب بھی موجود ہے۔ پریم چند نے خود بھی سودیشی کھادی کاروبار شروع کرکے عملی طور پر گاندھی کا سچا پیرو بننے کی کوشش کی ہے جس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہا ہے۔ مدن گوپال کلیات پریم چند کے دیباچہ میں رقم طراز ہیں:

> "وفات سے دس پندرہ سال پہلے پریم چند نے لگ بھگ بیس افسانے لکھے جن کا تعلق اُن کے بچپن یا معلمی کے تجربات سے ہیں۔ 'قزاقی'، 'بڑے بھائی صاحب'، 'چوری'، 'ہولی کی چھٹی'، 'میری پہلی رچنا'، 'جیون سار'، 'میری کہانی'، 'آپ بیتی'، 'ڈھپور سنگھ'، 'مفت کرم داشتن'، 'لاٹری"، 'دفتری'، 'شکوہ و شکایت'، 'گلی ڈنڈا'، 'رام لیلیٰ' وغیرہ۔" (۱۵)

پنچایت، قربانی، سفید خون، سواسیر گیہوں، پوس کی رات، بانکاز میندار، بیٹی کا دھن، مشعلِ ہدایت، پچھتاوا میں دیہاتی زندگی کا رنگ پیش کیا گیا ہے جو پریم چند کا محبوب رنگ ہے کیونکہ پریم چند کی نہ صرف پیدائش گاؤں میں ہوئی تھی بلکہ زندگی بھر اسے دیہات سے قریبی تعلق رہا گر ایک طرف' خانۂ داماد'،' خوابِ پریشاں'،' وہ محبت کی پتلی'،' ماں'،' ماں کا قاتل'،' مندر،'ماں کا دل اور'مامتا' جیسے افسانوں میں ماں کی ممتا کی خوشبو اور مہک دل ودماغ کو معطر کر رہا ہے تو دوسری طرف"سوتیلی ماں "اور علیحدگی" میں سوتیلی ماں کی سختیوں اور ظلم وستم کو نشانہ بنایا ہے۔' گھاس والی'،' مالکن'،' سہاگی'،' سہاگ کی ساڑی'،' بڑے گھر کی بیٹی'،' ستی'،' سمریاترا'، 'اجلاس' جیسے افسانوں میں سماج، گھریلو زندگی اور عورت سے وابستہ مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔

پریم چند بچپن کے زمانے میں قزاقی نامی ڈاک کے ہرکارہ سے بے حد متاثر تھا۔ اس کا ذکر اس نے اپنی کہانی " قزاقی" میں کیا ہے۔ افسانہ' چوری'،' خانۂ داماد'،' سوپن' اور' رام لیلیٰ' میں اگر ایک طرف اپنے بچپن کی آزاد اور حسین زندگی کا تذکرہ کیا ہے تو دوسری طرف مولوی صاحب کی تدریس اور طریقۂ تعلیم پر بھی روشنی ڈالی ہے۔'رام لیلیٰ' اور'گلی ڈنڈا' جیسے افسانے لکھ کر اس کھیل سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ افسانہ" ہولی کی چھٹی

''میں گڑ کی چوری کا واقعہ قلم بند کیا ہے۔'' جیون سار'' جو دراصل پریم چند کی آپ بیتی ہے، میں پریم چند نے اپنی زندگی کے کٹھن اور تکلیف دہ ایام کا ذکر کیا ہے اگر ایک طرف پریم چند نے افسانہ '' لاٹری'' میں اپنی قسمت آزمائی کا قصہ بیان کیا ہے تو دوسری طرف اپنے دفتر کے ملازم'' دفتری'' کی زندگی کے پردے میں خود اپنی زندگی کا قصہ چھیڑا ہے۔

"میری پہلی رچنا کا تعلق "پریم چند کے لڑکپن کے زمانے سے ہے جو پریم چند کے دور کے رشتہ دار ماموں کے رومان سے متعلق تھی۔ افسانہ "کپتان" کے ہیرو جگت سنگھ کی خصوصیات خود پریم چند سے ملتی ہیں۔ افسانہ "مستعار گھڑی" میں بیوی اپنے شوہر کی شاکی ہے۔ پریم چند کی پہلی بیوی بھی ہمیشہ اس سے شاکی رہیں۔ افسانہ "شکست کی فتح" اور "مجبوری" میں منشی پریم چند نے اپنی بیوی شیورانی دیوی کا نقشہ پیش کیا ہے۔" گرہ راہ" میں ستیہ پرکاش نہ صرف ماں کی ممتا سے محروم ہوا تھا بلکہ باپ کی عدم توجہی کا شکار بھی تھا۔ پریم چند کا واسطہ بھی کچھ اس قسم کی صورت حال سے پڑا تھا۔

افسانہ "آپ بیتی" اور "ڈھپور سنگھ " میں پریم چند نے اپنے ٹھگنے کا حال بیان کیا ہے اس طرح'' جنت کی دیوی'' میں ساس بہو کے روایتی جھگڑے کا تذکرہ کیا ہے۔ افسانہ ''تینتر'' میں تین لڑکیوں کی پیٹھ پر پیدا ہونے والے بچے لوگوں کی نظر میں منحوس گردانا جاتا ہے۔ پریم چند خود بھی 'تینتر' تھے یعنی تین بہنوں کے بعد پیدا ہوئے تھے جن میں سے پہلی دو بہنیں بچپن ہی میں مر چکی تھیں البتہ اس کی تیسری بہن سکھی زندہ رہی۔

پریم چند کا حافظہ کمزور تھا۔ اس کا بیان افسانہ ''آخری حیلہ '' میں کیا ہے۔ افسانہ ''دوسری شادی'' میں کہانی کے مرکزی کردار کا والد دوسری شادی کر لیتا ہے خود پریم چند کے والد نے بھی دوسری شادی کی تھی۔ افسانہ '' دیوی'' میں بچپن کی بیوی کی جو خصوصیات اور شکل وصورت بیان کی گئی ہیں ہو بہو وہی خصوصیات اور شکل وصورت پریم چند کی پہلی بیوی کی تھی۔ بیوہ، عقدِ بیوہ گان اور بے جوڑ اور بے میل شادی کا ذکر پریم چند نے افسانہ ''آدھار'' '' سوت'''' برات''، ''قہر خدا''''لعنت'''' دو بہنیں''، ''سہاگ کا جنازہ''، ''خودی'' ''خونی''، ''پریم کی ہولی'' میں کیا ہے جو نہ صرف پریم چند کا دل پسند اور محبوب موضوع ہے بلکہ اس کی زندگی کے نشیب وفراز میں خود بیوہ کا بہت زیادہ عمل دخل رہا ہے۔ کہانی ''سچائی کا اُپہار'' میں منشی پریم چند نے اپنے کسی اسکول کا واقعہ قلم بند کیا ہے اس طرح کہانی ''فلسفی کی محبت'' میں گجراتی خاتون کا لگاؤ اور فطری میلان ادب کی طرف تھا۔ پریم چند کی بیوی شیورانی دیوی بھی ادب کی طرف مائل تھی۔ افسانہ ''دھکّار میں ایک یتیم لڑکی کا ذکر ہے۔ پریم چند بھی بچپن میں ماں کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔'' بڑے بھائی صاحب'' میں پتنگ بازی کا ذکر ہے۔ بچپن میں پریم چند کا بھی یہی شغل

تھا۔ ''مفت کرم داشتن'' میں پریم چند نے کسی کی سفارش کی حامی تو بھری تھی مگر سفارش کرنے کا خیال تک ذہن میں نہ تھا اتفاقاً اس آدمی کا کام ہو گیا اور مفت میں وہ پریم چند کا احسان مند تھا کہ یہ کام پریم چند کی سفارش کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ کہانی ''غم نہ داری بزبہ خر'' میں بکری کی عادت کا مذاق اُڑایا ہے۔ پریم چند نے بھی اپنے بیٹے کی پیدائش پر ماں کا دوودھ موافق نہ ہونے کی وجہ سے ایک بکری خریدی تھی ۔ پریم چند کا گھر عید گاہ کے قریب تھا۔ وہ عید کے موقع پر قرب جوار سے آنے والے لوگوں کو عید کی نماز پڑھنے کے لیے عید گاہ آتے ہوئے دیکھا کرتا تھا غالباً یہی منظر دیکھ کر اس نے ''عید گاہ'' کے نام سے ایک شاہ کار افسانہ لکھا۔ تیا گی پریم (ہار کی جیت) میں پریم چند نے مارواڑی اسکول کے منیجر کاشی ناتھ کے معاشقے کا ذکر کیا ہے۔ افسانہ ''پوس کی رات'' میں ہلکو کا داستان غم دراصل پریم چند کا داستان غم ہے۔ ہلکو کھیت کے اُجڑ جانے پر خوش تھا کہ اب پوس کی رات جاگ کر نہ گزارنی پڑے گی اور پریم چند اپنے بیٹے کی رحلت پر خوش تھا کہ فکروں کا آدھا بوجھ کم ہو گیا ہے۔ پریم چند نے '' بازیافت '' میں ایک گنوار، پھوہڑ اور غیر مہذب عورت کی کہانی بیان کی ہے خود پریم چند کی اپنی بیٹی بھی ناخواندہ تھی اس طرح ''شکوہ و شکایت''، ''بد نصیب ماں'' ''پھول متی'' ''کسم''''معصوم بچہ''روشنی اور مالکن'' نئی بیوی'' وغیرہ سب کہانیاں ایسی ہیں جو پریم چند کی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو، نظریے، عقیدے، احساسات و محسوسات سے تعلق رکھتی ہیں۔

حوالہ جات:

(۱) عتیق احمد، مرتب؛ مضامین پریم چند، دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۸۱ء، ص ۵۶

(۲) مدن گوپال، مرتب؛ کلیاتِ پریم چند (خطوط) جلد ۱۷، دہلی: قومی کونسل برائے اُردو زبان نئی ۲۰۰۰ء، ص ۵۸۳

(۳) ڈاکٹر رابعہ مشتاق، منہاجِ پریم چند، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۰ء، ص ۶۱

(۴) ڈاکٹر قمر رئیس، منشی پریم چند، شخصیت اور کارنامے، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۳ء، ص ۳۶۳

(۵) نقوش 'آپ بیتی نمبر' محمد طفیل جون ۱۹۶۴ء، ص ۱۸۳

(۶) شیورانی دیوی، پریم چند: گھر میں، دہلی: انجمن ترقی اُردو، ص ۳۶۹

(۷) ڈاکٹر شمیم نکہت پریم چند کے ناولوں میں نسوانی کردار، دہلی: جمال پریس، ۱۹۷۵ء، ص ۱۵۴

(۸) امرت رائے، قلم کا سپاہی، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۲ء، ص ۵۴۷

(۹) ایضاً، ص۲۹۳

(۱۰) مدن گوپال، دیباچہ، کلیاتِ پریم چند جلد-۴ ، نئی دہلی: قومی کونسل برائے اُردو زبان، ۲۰۰۰ء، ص۷

(۱۱) امرت رائے، قلم کا سپاہی، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۲ء، ص۴۶

(۱۲) اصغر علی، "پریم چند: حیات اور فن"، انجینئر بحوالہ پریم چند نئے مباحث از مانک ٹالا، نئی دہلی: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۸ء، ص۲۶

(۱۳) ڈاکٹر جعفر رضا، "پریم چند- فن اور تعمیرِ فن"، بحوالہ پریم چند نئے مباحث از مانک ٹالا، نئی دہلی: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس ۱۹۸۸ء، ص۲۴

(۱۴) "دیباچہ سوزِ وطن" بحوالہ افسانہ نگار پریم چند از مدن گوپال، نئی دہلی: قومی کونسل برائے اُردو زبان، ۲۰۰۳ء، ص۲۰

(۱۵) مدن گوپال، کلیاتِ پریم، چند ایضاً، ص۲۶